

خطبہ (۳۰)

(۳۰) وَمِنْ كَلَامِ اللَّهِ عَلَيْهِ الْمَلَأُ

قتل عثمان کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا

اگر میں ملے ان کے قتل کا حکم دیتا تو البتہ ان کا قاتل ٹھہرتا اور اگر ان کے قتل سے (دوسروں کو) روکتا تو ان کا معاون و مددگار ہوتا (میں بالکل غیر جانبدار رہا)، لیکن حالات ایسے تھے کہ جن لوگوں نے ان کی نصرت و امداد کی وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم ان کی نصرت نہ کرنے والوں سے بہتر ہیں اور جن لوگوں نے ان کی نصرت سے ہاتھ اٹھایا وہ نہیں خیال کرتے کہ ان کی مدد کرنے والے تم سے بہتر و برتزیں۔

میں حقیقت امر کو تم سے بیان کرنے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے (اپنے عزیزوں کی) طرفداری کی تو طرفداری بڑی طرح کی اور تم گھبرا گئے تو بڑی طرح گھبرا گئے اور (ان دونوں فریق کی) بے جا طرفداری کرنے والے اور گھبرا اٹھنے والے کے درمیان اصل فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔

--☆☆--

فِي مَعْنَى قَتْلِ عُثْمَانَ:

لَوْ أَمْرُتُ بِهِ لَكُنْتُ قَاتِلًا، أَوْ
نَهْيَتُ عَنْهُ لَكُنْتُ نَاصِرًا، غَيْرَ
أَنَّ مَنْ نَصَرَهُ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ:
خَذَلَهُ مَنْ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ، وَ مَنْ
خَذَلَهُ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ: نَصَرَهُ
مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي.

وَ أَنَا جَامِعٌ لَكُمْ أَمْرَهُ،
اسْتَأْثِرُ فَاسَاءَ الْأَثْرَةَ وَ جَزِعْتُمْ
فَاسْتُعْتُمُ الْجَزَعَ، وَ لِلَّهِ
حُكْمُ وَاقِعٌ فِي الْمُسْتَأْثِرِ
وَالْجَازِعِ.

-----☆☆-----

مط حضرت عثمان اسلامی دور کے پہلے اموی خلیفہ ہیں جو یکم محرم ۲۷ھ میں ستر برس کی عمر میں مند خلافت پر متکین ہوئے اور بارہ برس تک مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں سے ۸ اذی الجھ ۳۵ھ میں قتل ہو کر حش و کب میں دفن ہوئے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عثمان کا قتل ان کی کمزوریوں اور ان کے عتمان کے سیاہ کار ناموں کا نتیجہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان متفقہ طور پر ان کے قتل پر آمادہ اور ان کی جان لینے کے درپے ہو جاتے اور ان کے گھر کے چند آدمیوں کے علاوہ کوئی ان کی حمایت و مدافعت کیلئے کھڑا نہ ہوتا۔ مسلمان یقیناً ان کے سن و سال، ان کی بزرگی و وقار اور شرف مصاحبہ کا پاس و مجاہد کرتے، مگر ان کے طور پر یقون نے فضائی طرح بکار رکھا تھا کہ کوئی ان کی ہمدردی اور پاسداری کیلئے آمادہ نظر نہ آتا تھا پیغمبر ﷺ کے برگزیدہ صحابیوں پر جو ظلم و ستم ڈھایا گیا تھا، اس نے قبائل عرب میں ان کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑا کی تھی۔ ہر شخص پیچ و تاب کھارہاتھا اور ان کی خود سری و بے راہروی کونفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوذر کی توبین و تنبیل اور جلاوطنی کے سبب سے بنی غفار اور ان کے حلیف قبائل، عبد اللہ ابن مسعود کو بے دردی سے پٹوانے کی وجہ سے بنی نہیں اور ان کے حلیف بنی زہرہ، عمار ابن یاسر کی پسلیاں توڑ دینے کے باعث بنی غزروم اور ان کے حلیف قبیلے اور محمد ابن ابی بکر کے قتل کا سروسامان کرنے کی وجہ سے بنی تم کے دلوں میں غصہ کا ایک طوفان موجز ن تھا۔ دوسرے

شہروں کے مسلمان بھی ان کے عمال کے ہاتھوں سے نالاں تھے کہ جو دولت کی سرشاریوں اور بادہ عشرت کی سرستیوں میں جو چاہتے تھے کہ گزرتے تھے اور جسے چاہتے تھے پامال کر کے رکھ دیتے تھے۔ انہیں مرکز کی طرف سے عتاب کاڑ رخا اور نہ کسی باز پر س کا اندیشہ لوگ ان کے پنجہ استبداد سے نکلنے کیلئے پھڑ پھڑاتے تھے مگر کوئی ان کے کرب و اذیت کی صدائیں سننے کیلئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ غرفت کے جذبات اُبھر رہے تھے، مگر انہیں دبانے کی کوئی فکر نہ کی جاتی تھی۔ صحابہ بھی ان سے بدل ہو چکے تھے، یونکہ وہ دیکھر ہے تھے، کہ امن عالم تباہ، فلم و نسق نہ و بالا اور اسلامی خدوخال مسخ کئے جا رہے ہیں۔ نادر و فاقہ کش ٹوکھے ٹکوں کو ترس رہے ہیں اور بُنی امییہ کے ہاں ہن بُرس رہا ہے۔ خلافت شکم پری کا ذریعہ اور سرمایہ اندوزی کا وسیلہ بن کر رہ گئی ہے لہذا وہ بھی ان کے قتل کیلئے زین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ بلکہ انی کے خطوط و پیغامات کی بنا پر کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگ مدینہ میں آجمع ہوئے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے حضرت عثمان نے معاویہ کو تحیر کیا کہ:

آَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ قَدْ كَفَرُوا وَأَخْلَفُوا الظَّاهِرَةَ وَنَكْثُوا الْأُبْيَعَةَ، فَابْعَثْ إِلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِكَ مِنْ مُقَاتِلَةٍ أَهْلِ الشَّامِ عَلَى كُلِّ صَعِيبٍ وَذَلُولٍ.

واضح ہو کہ اہل مدینہ کافر ہو گئے ہیں اور اطاعت سے منہ پھر لیا ہے اور بیعت توڑا لی ہے۔ تم شام کے لڑنے بھر نے والوں کو تندو تیر سواریوں پر میری طرف بھجو۔

معاویہ نے اس خط کے پیشخون پر جو طرز عمل اختیار کیا، اس سے بھی صحابہ کی حالت پر روشی پڑتی ہے۔ چنانچہ طبری نے اسکے بعد لکھا ہے کہ:

فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ تَرَبَّصَ بِهِ وَكَرِهَ إِطْهَارُ مُخَالَفَةِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ عَلِمَ اجْتِمَاعَهُمْ.

جب معاویہ کو یہ خط ملا تو اس نے توقف کیا اور اصحاب پیغمبر کی کھلماں مخالفت کو برا جانا، چونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ان کی مخالفت پر بیکھتی سے متفق ہیں۔ (طبی، ج ۳، ص ۲۰۲)

ان واقعات کے پیش نظر حضرت عثمان کے قتل کو وقتی جوش اور ہنگامی جذبہ کا نتیجہ قرار دے کر چند بلا نیوں کے سر تھوپ دینا، حقیقت پر پرده ڈالنا ہے۔ جبکہ ان کی مخالفت کے تمام عناصر مدینہ ہی میں موجود تھے اور باہر سے آنے والے تو ان کی آواز پر اپنے دکھ درد کی چارہ جوئی کیلئے جمع ہوئے تھے جن کا مقصد صرف اصلاح حال تھا، نقل و خوزیزی۔ اگر ان کی داد فریاد سن لی جاتی تو اس خون خرابے تک کمھی نوبت نہ پہنچتی۔

مگر ہوا یہ کہ جب اہل مصر حضرت عثمان کے ڈودھ شریک بھائی عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح کے قلم و تشدید سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف بڑھے اور شہر کے قریب وادی ذی خشب میں پڑا اور ڈال دیا تو ایک شخص کے ہاتھ نہیں کر حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ ان کے مظالم مٹائے جائیں، موجودہ روشن کو بدلا جائے اور آئندہ کیلئے توبہ کی جائے۔ مگر آپ نے جواب دینے کی بجائے اس شخص کو گھر سے نکلوادیا اور ان کے مطالبہ کو قابل اعتناء سمجھا، جس پر وہ لوگ اس غزوہ طغیان کے خلاف آواز بلند کرنے کیلئے شہر کے اندر داخل ہوئے اور لوگوں سے حکومت کی

سترانیوں کے ساتھ اس طرزِ عمل کا بھی شکوہ کیا۔

ادھر کوفہ اور بصرہ کے بھی سینکڑوں آدمی اپنے شکوہ شکایات لے کر مدینہ آئے ہوئے تھے جوان سے ہمنوا ہو کر اہل مدینہ کی پشت پناہی پر آگے بڑھے اور حضرت عثمان کو پابند مسکن بنادیا۔ مگر ان کیلئے مسجد میں آنے جانے کیلئے کوئی رکاوٹ نہ تھی، لیکن انہوں نے پہلے ہی جمیع میں جو خطبہ دیا اس میں ان لوگوں کو سخت الفاظ میں برا بھلا کہا اور ملعون تک قرار دیا جس پر لوگوں نے مشتعل ہو کر ان پر سنگریزے پھینکے جس سے بے حال ہو کر منبر سے نیچے گر پڑے اور چند دنوں کے بعد ان کے مسجد میں آنے جانے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔

جب حضرت عثمان نے اس حد تک حالات بگھوئے ہوئے دیکھے تو بڑی لجاجت سے امیر المؤمنین عالی اللہ سے خواہش کی کہ وہ ان کیلئے چھپکارے کی کوئی سبیل کریں اور جس طرح بن پڑے ان لوگوں کو متفرق کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ: میں کس قرارداد پر انہیں جانے کیلئے کھوں، جبکہ ان کے مطالبات حق بھاگب میں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں اس کا اختیار آپ کو دیتا ہوں، آپ ان سے جو بھی معاهدہ کریں گے میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ حضرت مصریوں سے جا کر ملے اور ان سے بات چیت کی اور وہ اس شرط پر واپس پلٹ جانے کیلئے آمادہ ہو گئے کہ تمام ظالم مثالے بائیں اور ابن ابی سرح کو معزول کر کے اس کی جگہ محمد ابن ابی بکر کو مقرر کیا جائے۔ امیر المؤمنین عالی اللہ نے پلٹ کر حضرت عثمان کے سامنے ان کا مطالبه رکھا جسے انہوں نے بغیر کسی پس و پیش کے مان لیا اور یہ کہا کہ ان تمام ظالم سے عہدہ برآ ہونے کیلئے کچھ مہلت ہونا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا: جو چیز میں مدینہ سے متعلق ہے اس میں مہلت کے کوئی معنی نہیں، البتہ دوسری جگہوں کیلئے اتنا وقفہ دیا جا سکتا ہے کہ تمہارا پیغام وہاں تک پہنچ سکے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں مدینہ کیلئے بھی تین دن کی مہلت ہونی چاہیئے۔ حضرت نے مصریوں سے بات چیت کرنے کے بعد اسے بھی منظور کر لیا اور ان کی تمام ذمہ داری اپنے سر لے لی اور وہ لوگ حضرت کے کہنے سے منتشر ہو گئے۔ کچھ محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ مصر چلے گئے اور کچھ لوگ وادیِ ذی نحشب علی میں آ کر رہ گئے اور یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

اس واقعہ کے دوسرے دن مردانے نے حضرت عثمان سے کہا کہ خیریہ لوگ تو چلتے ہے مگر دوسرے شہروں سے آنے والوں کی روک تھام کیلئے آپ ایک بیان دیں تا کہ وہ ادھر کارخ نہ کریں اور اپنی اپنی جگہ پر ملکتن ہو کر بیٹھ رہیں اور وہ بیان یہ ہو کہ: مصر کے کچھ لوگ جھوٹ پچ باتیں سن کر مدینہ میں جمع ہو گئے تھے اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ وہ جو سنتے تھے غلط تھا تو وہ ملکتن ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔ حضرت عثمان ایسا صریح جھوٹ بولنا نہ چاہتے تھے مگر مردانے نے کچھ ایسا چکمہ دیا کہ وہ آمادہ ہو گئے اور مسجد بنوی میں خطبہ دیتے ہوئے ہوئے فرمایا:

إِنَّ هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ أَهْلِ وَضْرَبَ كَارَبَ بَلَغَهُمْ عَنِ إِمَامِهِمْ أَمْرٌ، فَلَمَّا تَيَقَّنُوا أَنَّهُ بَاطِلٌ

مَا بَلَغُهُمْ عَنْهُ رَجَعُوا إِلَى بِلَادِهِمْ.

ان مصریوں کو اپنے غلیفہ کے متعلق کچھ خبریں ملی تھیں اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ سب غلط اور بے سر و پا تھیں تو وہ اپنے شہروں کی طرف پلٹ گئے۔ (بلبری، ج ۳، ص ۳۹۵)

یہ کہنا تھا کہ مسجد میں ایک بڑی گیا اور لوگوں نے پاکار کر کہنا شروع کیا کہ: اے عثمان! تو بُرَوْ، اللہ سے ڈرو، یہ کیا جھوٹ کہہ رہے ہے ہو۔ حضرت عثمان اس ہڑپونگ میں سپٹا کر رہ گئے اور تو بُرَوْ کرتے ہی بُنی۔ چنانچہ قبلہ کی طرف رخ کر کے اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑائے اور پھر گھر پلٹ آتے۔

امیر المؤمنین عالیٰ اسلام نے غالباً اسی واقعہ کے بعد حضرت عثمان کو یہ مشورہ دیا کہ تم سابقہ لغزشوں سے کھلم کھلا تو بُرَوْ کرو، تاکہ یہ شورشیں ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیں، ورنہ کل کوہیں اور کے لوگ آگئے تو پھر مجھے چھٹو گے کہ تمہاری گلوخانی کراو۔ چنانچہ انہوں نے مسجد بنوی میں خطبہ دیا جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے تو بُرَوْ کی اور آئندہ محاطر ہنے کا عہد کیا اور لوگوں سے کہا کہ جب میں منبر سے اُتروں تو تمہارے نمائندے میں میرے گھر پر آئیں، میں تمہاری شکایتوں کا ازالہ کروں گا اور تمہارے مطالبے پورے کروں گا۔ جس پر لوگوں نے آپ کے اس اقدام کو بہت سر ایسا اور بڑی حد تک دلی کدو روں کو آنسوؤں سے دھوڈا۔

یہاں سے فارغ ہو کر جب دولت سراپر پہنچے تو مردان نے کچھ کہنے کی اجازت چاہی، مگر حضرت عثمان کی زوجہ نائلہ بنت فراصہ مانع ہوئیں اور مردان سے مقاوط ہو کر کہا کہ: خدا کیلئے تم چپ رہو، تم کوئی ایسی ہی بات کہو گے جو ان کیلئے موت کا پیش نیمہ بن کر رہے ہیں۔ مردان نے بگو کر کہا کہ تمہیں ان معاملات میں دل دینے کا کوئی حق نہیں۔ تم اسی کی تو بیٹی ہو جسے مرتے دم تک وضو کرنا بھی نہ آیا۔ نائلہ نے جھلا کر کہا کہ تم غلط کہتے ہو اور بہتان باندھتے ہو، میرے باپ کو کچھ کہنے سے پہلے ذرا اپنے باپ کا حلیہ بھی دیکھ لیا ہوتا۔ اگر ان بڑے میاں کا خیال نہ ہوتا تو پھر وہ سناتی کلوگ کا نوں پر ہاتھ رکھتے اور ہر بات میں میری ہاں میں ہاں ملاتے۔

حضرت عثمان نے جب بات بڑھتے دیکھی تو انہیں روک دیا اور مردان سے کہا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ مردان نے کہا کہ یہ آپ مسجد میں کیا کہہ آئے ہیں اور کیسی تو بُرَوْ کر آئے ہیں۔ میرے نزدیک تو گناہ پر اڑے رہنا آپ کی اس تو بُرَوْ سے ہزار درجہ بہتر تھا، یونکلہ گناہ خواہ کس حد تک بڑھ جائیں، ان کیلئے تو بُرَوْ کی گنجائش رہتی ہے اور مارے باندھے کی تو بُرَوْ نہیں ہوتی۔ کہنے کو تو آپ کہہ آئے ہیں، مگر اس صدائے عام کا نتیجہ دیکھ لیجئے کہ دروازے پر لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے ہیں۔ تو اب آگے بڑھنے اور پورا بیجھنے ان کے مطالبات کو حضرت عثمان نے کہا کہ خیر میں جو کہہ آیا سو کہہ آیا، اب تم ان لوگوں سے نپٹ لو، میرے بس کا یہ روگ نہیں کہ میں انہیں پٹاؤں۔

چنانچہ مردان آپ کا ایماء پا کر باہر آیا اور لوگوں سے خطاب کر کے کہا کہ تم لوگ یہاں یکوں جمع ہو؟ کیا دھا دا بولنے کا رادہ ہے یا لوٹ مار کا قصد ہے؟ یاد رکھو کہ تم آسانی ہمارے ہاتھوں سے اقتدار نہیں چھین سکتے اور یہ خیال لوں سے نکال ڈالو کے۔ ہم کسی سے دب کر رہنے والے نہیں ہیں۔ یہاں سے مُنہ کالا کرو، خدا تمہیں رو اوڑ لیل کرے۔

لوگوں نے یہ بگوئے ہوئے تیور اور بدلا ہوا نقشہ دیکھا تو غیظ و غضب میں بھرے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے امیر المؤمنین عالیٰ اسلام کے ہاں پہنچا اور انہیں ساری روئیداد سناتی جسے سن کر حضرت مارے غصے کے پیچ و تاب کھانے لگے اور اسی وقت اٹھ کر عثمان کے ہاں گئے اور ان سے کہا: واه، بجان اللہ! کیا مسلمانوں کی درگت بنائی ہے، تم نے ایک بے دین و بد کردار کی خاطر دین سے بھی ہاتھ

اٹھالیا اور عقل کو بھی جواب دے دیا۔ آختمہ میں کچھ تو اپنے وعدے کا پاس دلخواہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ کیا کہ مرداں کے اشارے پر آنکھ بند کر کے چل پڑو۔ یاد رکھو کہ تمہیں ایسے اندھے کتوئیں میں پھینکے گا کہ پھر اس سے نکل نہ سکو گے تم تو مرداں کی سواری بن گئے ہو کہ وہ جس طرح چاہے تم پر سواری کا نٹھ لے اور جس غلط راہ پر چاہے تھے میں کوئی دل نہ دوں گا اور نہ لوگوں سے کچھ کہوں سنوں گا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔

انتا کہہن کر حضرت قوادیس ہوئے اور نائلہ کی بن آئی۔ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ میں نہ کہتی تھی کہ مرداں سے پیچھا چھڑا یعنی، ورنہ وہ ایسا کنک کا ٹیکہ لگاتے گا کہ مٹائے نہ مٹے گا، بھلا اس کے کہنے پر کیا چلنما کہ جو لوگوں میں بے آبرو اور نظر ووں سے گرا ہوا ہو۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو منایے ورنہ یاد رکھنے کے بگوئے ہوئے حالات کا بنا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ مرداں کے اختیار میں ہے۔

حضرت عثمان اس سے متاثر ہوئے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے پیچھے آدمی بھیجا۔ مگر حضرت نے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ خود حضرت عثمان کے گرد گوحا صارہ نہ تھا، مگر حیاز نجیب پا تھی، کون سامنہ لے کر گھر سے باہر نکلتے، مگر نکلے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا، ہندرات کے پر دے میں چکے سے نکلے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاں با پیچنے اور اپنی بے بُسی اور لاچاری کارو نارو یا۔ عذر مغفرت بھی کی، وعدے کی پابندی کا یقین بھی دلایا۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ تم مسجد نبوی میں منبر رسول پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے بھرے مجمع میں ایک وعدہ کرتے ہو تو اس کا ایسا یوں ہوتا ہے کہ جب لوگ تمہارے ہاں پہنچتے ہیں تو انہیں بڑا بھلا کہما جاتا ہے اور کالیاں تک دی جاتی ہیں۔ جب تمہارے قول و قرار کی یہ صورت ہے کہ جسے دنیا دیکھ چکی ہے تو کس بھروسے پر میں آئندہ مکینے تمہاری کسی بات پر اعتماد کروں۔ اب مجھ سے کوئی موقع نہ رکھو۔ میں تمہاری طرف سے کوئی ذمہ داری اپنے سر پر لینے کیلئے تیار نہیں۔ راستے تمہارے سامنے کھلے ہوتے ہیں جو راستہ چاہو اغتیار کرو اور جس دھڑے پر چاہو جلو۔

اس بات چیز کے بعد حضرت عثمان پلٹ آئے اور ایام امیر المؤمنین علیہ السلام کو مورد الزام تھے انا شروع کر دیا کہ ان کی شہ پر یہ ہنگامے الٹ رہے ہیں اور سب کچھ کر سکنے کے باوجود کچھ نہیں کرتے۔

ادھر تو بہ کا جو حشر ہوا سو ہوا، اب دوسرا طرف کی سنتے کہ جب محمد ابن ابی بکر جہاز کی سرحد طے کر کے دریائے قلزم کے کنارے مقام ایڈن تک پہنچنے والوں کی نظر میں ایک ناق سوار پر پڑیں جو اپنی سواری کو اس طرح بگٹ دوڑاتے لئے جا رہا تھا یعنی دشمن اس کے تعاقب میں ہوں۔ ان لوگوں کو اس پر کچھ شبہ ہوا تو اسے بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں حضرت عثمان کا غلام ہوں۔ پوچھا کہ کہماں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ مصر کا۔ پوچھا کہ: کس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ والی مصر کے پاس۔ لوگوں نے کہا کہ والی مصر تو ہمارے ہمراہ ہے، تم کس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے ان ابی سرح کے پاس جانا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی خط وغیرہ بھی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کہ: کس مقصد سے جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ نہیں معلوم۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی جامہ تلاشی لینا چاہیے۔ چنانچہ تلاشی لی گئی مگر اس سے کوئی چیز برآمدہ ہوئی۔ کنانہ بن بشر نے کہا کہ ذرا اس کا مشکیزہ تو دیکھو۔ لوگوں نے کہا کہ چھوڑو، بھلا پانی میں خط کھاں ہو سکتا ہے! کنانہ نے کہا کہ تم کیا جانو کہ یہ لوگ کیا کیا چالیں چلا کرتے ہیں۔ چنانچہ مشکیزہ کھول کر دیکھا گیا تو اس میں سیسے کی ایک نکلی تھی جس میں خدر کھا ہوا تھا۔

جب کھول کر پڑھا گیا تو فرمانِ خلافت یہ تھا کہ: ”جب محمد ان ابی بکر اپنے ہمراہوں کے ساتھ تمہارے پاس پہنچ جو ان میں سے فلاں قتل کرو، فلاں کے پاتھ کا ٹو اور فلاں کو جیل میں ڈالو، اور اپنے عہدہ پر برقرار رہو۔“ یہ پڑھ کر سب پر سناتا چا گیا اور حیرت سے ایک دوسرے کامنہ تکنے لگے۔

بسوخت عقل و حیرت کے ایس چہ بو العجیب است

اب آگے بڑھنا تو موت کے منہ میں جانا تھا، چنانچہ اس غلام کو ساتھ لے کر سب مدینہ کی طرف پلٹ پڑے اور وہاں پہنچ کر وہ خاصاً بھر کے مجمع کے سامنے رکھ دیا۔ اس واقعہ کو جس نے سنانگشت بدناں ہو کر رہ گیا اور کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جو حضرت عثمان کو بڑا نہ کہہ رہا ہو۔ اس کے بعد چند صحابہ ان لوگوں کے ہمراہ حضرت عثمان کے ہاں پہنچے اور وہ خط ان کے سامنے رکھ دیا اور پوچھا کہ اس خط پر مہر کس کی ہے؟ کہا کہ میری۔ پوچھا کہ یہ تحریکس کی ہے؟ کہا کہ میرے کاتب کی۔ پوچھایا گلام کس کا ہے؟ کہا کہ میرا۔ پوچھا کہ یہ سواری کس کی ہے؟ کہا کہ حکومت کی۔ پوچھا کہ یہ بھیجا کس نے ہے؟ فرمایا کہ اس کا مجھے علم نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ بجان اللہ! سب کچھ آپ کا اور آپ کو یہ تک پہنچنے پائے کہ یہ کس نے بھیجا ہے! جب آپ اتنے ہی بے بس میں تو چھوڑ دیئے خلافت کو اور الگ ہو جائیے تاکہ کوئی ایسا شخص آئے جو مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال کر سکتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس پیرا ہن کو اتار دوں جو اللہ نے مجھے پہنچایا ہے۔ البتہ تو بہ کیے لیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ تو بہ کی بھلی بھلی۔ اس کی مٹی تو اسی دن خراب ہو گئی تھی جب آپ کے دروازے پر مرداں آپ کی ترجمانی کر رہا تھا اور رہی ہی کسراں خلنے کا نکال دی ہے۔ اب ہم ان بھزوں میں آنے والے نہیں ہیں، خلافت کو چھوڑ دیئے۔ اگر آپ کے بھائی بندہ ہمارے سردار ہوئے تو ہم انہیں روکیں گے اور اگر کوئی نے کیلئے آمادہ ہوئے تو ہم بھی لڑیں گے۔ نہ ہمارے ہاتھ میل یہیں اور نہ ہماری تلواریں گندمیں یہیں۔ اگر آپ مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور انصاف کے علمبردار ہیں تو مرداں کو ہمارے حوالے دیکھتے تاکہ ہم اس سے باز پرس کریں کہ وہ کس کے بل بوتے پر خلکھل کر مسلمانوں کی عزیز جانوں سے کھیلنا چاہ رہا ہے۔ مگر آپ نے اس مطالبہ کو تھکر دیا اور مرداں کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا جس پر لوگوں نے کہا کہ پھر یہ خلکھلی آپ ہی کے حکم سے لکھا گیا ہے۔

بہر صورت سدھرے ہوئے حالات پھر سے بگونگئے اور انہیں بگوناہی پا میئے تھا۔ یونکہ مطلوبہ مذمت کے گزر جانے کے باوجود ہر چیز جوں کی توں تھی اور رائی برادر بھی ادھر سے ادھر نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ تو بہ کا انجام دیکھنے کیلئے وادیِ خشب میں جو لوگ ٹھہرے ہوئے تھے وہ بھی پھر میلاں کی طرح بڑھے اور مدینہ کی گلیوں میں پھیل گئے اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

انہی محاصرہ کے دنوں میں پیغمبر ﷺ کے ایک صحابی نیاراں عیاض نے حضرت عثمان سے بات چیت کرنا چاہی اور ان کے ہاں پہنچ کر انہیں پکارا۔ جب انہوں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو آپ نے کہا کہ: اے عثمان! خدا کیلئے اس خلافت سے دست بردار ہو جاؤ اور مسلمانوں کو اس خون خرابے سے بچاؤ۔ ابھی وہ بات کریں رہے تھے کہ حضرت عثمان کے آدمیوں میں سے ایک نے تیر کا نشانہ بنایا کہ جان سے مار ڈالا۔ جس پر لوگ بھڑک اٹھے اور پکار کر کہا کہ: نیارا کا قاتل ہمارے حوالہ کرو مگر حضرت عثمان نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے ایک

مددگارِ قوم تھا رے جو والے کر دوں۔

اس سینہ زوری نے آگ میں ہوا کام کیا اور لوگوں نے جوش میں آ کر ان کے گھر کے دروازے کو آگ لگادی اور اندر گھسنے کیلئے آگ بڑھ کر دروازے اب حکم سعید ابن عاص اور مغیرہ ابن غنی اپنے اپنے جھٹوں کے ساتھ محاصرہ کرنے والوں پر ٹوٹ پڑے اور دروازے پر کشش و خون شروع ہو گیا۔ لوگ گھر کے اندر گھننا چاہتے تھے، مگر انہیں دلکشیں دیا جاتا تھا۔ اتنے میں عمر وابن حزم انصاری نے کہ جن کام کان حضرت عثمان کے مکان سے متصل تھا اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا اور لکار کر کہا کہ آؤ ادھر سے بڑھو۔ چنانچہ محاصرہ کرنے والے اس مکان کے ذریعہ کاشانہ خلافت کی چھت پر پہنچ گئے اور وہاں سے گھر کے سخن میں اتر کرتا تو اسیں سوت لیں۔ ابھی ایک آدھ جھٹپٹ ہی ہونے پائی تھی کہ حضرت عثمان کے گھر والوں کے علاوہ ان کے ہوا خواہ اور بنی امیہ مدینہ کی گلیوں میں بھاگ کھڑے ہوئے اور کچھ آمیجیہ کے گھر میں جا چھپے اور جو رہ گئے وہ حضرت عثمان کا حق نمک ادا کرتے ہوئے ان کے ساتھ قتل ہو گئے۔ (تاریخ الحلفاء، تاریخ بربی)

آپ کے قتل پر مختلف شعراء نے مرثیے کہے۔ سر دست ابو ہریرہ کے مرثیہ کا ایک شعر پیش نظر ہے:

لِلَّٰهِ اٰسِ هَمْ وَ لَيْ فِي الْيُوْمِ هَمَّاٰبِ فَقَدْ اِحْرَابٌ وَ قَتْلُ الشَّيْخِ نَعْمَانَ
”لوگوں کو تو آج کے دن صرف ایک صدمہ ہے، لیکن مجھے برابر کے دو صدمے ہیں: ایک حضرت عثمان کے قتل ہونے کا اور دوسرا اپنے تھیلے کے کھو جانے کا۔“

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام کا موقف واضح ہو جاتا ہے کہ نہ آپ اس جماعت کا ساتھ دے رہے تھے جو ان کے قتل پر ابھار رہی تھی اور نہ اس گروہ میں لائے جا سکتے ہیں کہ جو ان کی حمایت و مدافعت پر کھڑا ہوا تھا۔ بیشک جہاں تک حالات اجازت دینے رہے، وہ ان کے بچاؤ کی صورتیں انہیں سمجھاتے رہے اور جب یہ دیکھا کہ جو کہا جاتا ہے وہ عملًا کیا نہیں جاتا تو آپ اپنا دامن بچا کر الگ ہو گئے۔ جب دونوں فریلن کو دیکھا جاتا ہے تو جن لوگوں نے حضرت عثمان کی نصرت سے باقاعدہ اخالیا تھا، ان میں ائمۃ المؤمنین عائشہ اور روایات جہور کے مطابق عشرہ مبشرہ، یقیہ اہل شوری، انصار و مهاجرین اور لین، اصحاب بدر اور دیگر ممتاز و جلیل القدر افراد نظر آتے ہیں اور دوسری طرف بارگاہ خلافت کے چند غلام اور بنی امیہ کی چند فرد میں دھکائی دیتی ہیں۔ اگر دروازے اب حکم سعید ابن عاص جیسے لوگوں کو مهاجرین اور لین پر فوکیت نہیں دی جا سکتی تو پھر ان کے عمل کو تھی ان کے طریقہ عمل پر فوکیت دینا مشکل ہو گا اور اگر جماعت مخصوص موارد ہی کیلئے جنت نہیں ہے تو صحابہ کی اس زبردست اتفاق رائے پر انگشت نمائی مشکل ہو گی۔

